رزق حلال اور حیا

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا

ڈاکٹر شگفتہ

حدیث نبویؐ ہے کہ جس میں حیا نہیں اس میں ایمان نہیں اور یہ کہ حیا نصف ایمان ہے۔ رزق حلال کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ انسان حیادار ہوتا ہے جو بھی انسان اس سے منہ موڑتا ہے اور دونوں ہاتھوں سے رزق حرام کو اپنے پیٹ میں ڈالنا شروع کرتا ہے حیا اس سے رخصت ہو جاتی ہے۔

جب ہم اجتماعی طور پر اس گندگی میں ملوث ہو جاتے ہیں کہ حرام اور حلال کی تمیز ہی اٹھ جائے اور لوگ کہنے لگیں: ”ہمیں بھی اپنا معیار زندگی بلند کرنا ہے“ ”ہمیں بھی دنیا کے ساتھ چلنا ہے۔“ ”ہماری بھی ضرورتیں ہیں“۔ ”ورنہ ہم دنیا سے پیچھے رہ جائیں گے۔“ یہ وہ طریقے اور حیلے بہانے ہیں جن سے ہمارا نفس اور ہمارا ازلی اور کھلا دشمن ابلیس بہکانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

معاشرے میں اپنے اردگرد نگاہ دوڑائیں تو آپ دیکھیں گے کہ بہت سے گھرانے ایسے ہیں جنہوں نے دیکھتے ہی دیکھتے ترقی کی ”ھذا من فضل ربی“ کا بورڈ لگایا‘ پرانے گلی محلے سے نکل کر ماڈرن آبادی میں گھر بنایا۔ اب وہاں جاننے والا کون ہے وہ پرانا محلہ تھا وہاں ہر شخص دوسرے کے ذاتی معاملات میں دخل اندازی کرتا تھا صبح شام محلے کی عورتیں آنے جانے والوں پر نظر رکھتی تھیں کہ کس کے گھر کون آیا کون گیا۔ اب اس نئی آبادی میں آزادی ملی تو سب سے پہلے برقعے کی جگہ چادر نے لی۔ کچھ عرصہ بعد چادر ململ کے دوپٹے میں تبدیل ہوئی اور پھر شفون کا دوپٹہ سر سے ڈھلکا اور شانوں پر آگیا۔ اب بال کٹوانے اور سیٹ کروانا کیونکہ فیشن اور رواج ہے اور جیب بھی اس بات کی اجازت دیتی ہے پیسہ کدھر سے آرہا ہے یہ کون پوچھے ہمیں تو زمانے کے ساتھ چلنا ہے (کیونکہ رزق حلال کو ایسے نہیں اڑاتے اس طرح ضائع کر ہی نہیں سکتے) بالوں کے بعد میک اپ‘ کپڑوں کا فیشن‘ رنگ‘ زیور‘ جوتے‘ پرس کی باری آتی ہے‘ نہ ماں ہی کو خیال آتا ہے نہ بھائی اور باپ روکتے ہیں بلکہ انہی کی ڈھیل سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کیونکہ ان کے خیال میں یہ خالص ترقی کی نشانی ہے۔ بھلا ہمارے معاشرے میں ترقی اور کیا ہے؟ یہ نظارے آپ کو شہر کی مضافاتی آبادیوں میں زیادہ اور محلوں میں کم نظر آتے ہیں۔ جو سب سے زیادہ افسوسناک نظارہ ہے۔ جس نے اس موضوع پر قلم اٹھانے پر مجبور کر دیا وہ یہ ہے کہ دلہن جسے چھپ کر رہنے اور چھپا کر رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بدستور پردے میں رکھنے والی چیز تھی کہ سب سے پہلے اس کا شوہر ہی اس کا چہرہ دیکھے گا ابھی کچھ زیادہ عرصے کی بات نہیں ہمارے بچپن میں اپنے خاندان کی خواتین سے بھی دلہن کو آٹھ دن پہلے سب سے اگلے کمرے میں کونے میں دیوار کی طرف منہ کر کے بٹھا دیا جاتا تھا حتیٰ کہ باپ یا بھائیوں کی بھی آتے جاتے نظر نہ پڑے۔ سسرالی رشتہ دار نکاح کے بعد بھی کسی صورت دلہن کا دیدار نہیں کر سکتے تھے۔ اب کیا ہوتا ہے آپ سب کو معلوم ہے دلہن بیوٹی پارلر جاتی ہے سارے لوگ منتظر ہیں دیر ہو رہی ہے۔ گاڑیاں اور ڈرائیور منتظر ہیں کھانے تو خیر بند ہو گئے ہیں اس لئے ایک اذیت سے جان چھوٹی لیکن دلہن ہے کہ آ ہی نہیں رہی۔ اگر دو بجے کا وقت ہے تو شام کے چار یا پانچ بجنے یقینی ہیں اور اگر سات بجے کا ٹائم ہے تو رات کے دس بجیں گے۔ اب جب دلہن آتی ہے تو دیکھنے والوں کی آنکھیں شرم سے جھک جاتی ہیں۔ حیا کا دامن تار تار ہو جاتا ہے اور غیرت اپنا سر پیٹ لیتی ہے۔ کمال کی بات ہے کہ باپ‘ بھائی‘ شوہر‘ سسر‘ دیور سبھی اچھے لباس زیب تن کر کے پھر رہے ہیں لیکن کسی کی غیرت نہیں جاگتی۔ دلہن کو ایسے سجا کر لایا جاتا ہے۔ جیسے شوکیس میں سجی ہوئی ڈی ہوتی ہے۔ دوپٹہ